بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

ترجمہ: ''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔''

اُردُو

برائے جماعت نہم

ناشر

چودھری غلام رسول اینڈ سنز

الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور ✆ 042-37233909, 37243055

CH. GHULAM RASUL & SONS LAHORE

Established in 1932

جملہ حقوق (کاپی رائٹ) بحق ناشر محفوظ ہیں۔
منظور کردہ وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبہ نصاب سازی) اسلام آباد، پاکستان۔ بمطابق قومی نصاب ۲۰۰۶ء اور نیشنل ٹیکسٹ بک اینڈ لرننگ میٹریلز پالیسی ۲۰۰۷ء بحوالہ مراسلہ نمبر F.1-11/2009-Urdu مورخہ 21-10-2009 اس کتاب کو پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے ناشر سے پرنٹ لائسنس حاصل کر کے سرکاری سکولوں میں مفت تقسیم کے لیے بھی طبع کیا ہے۔ ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی امدادی کتاب، خلاصہ، ماڈل پیپر یا گائیڈ وغیرہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

مؤلفین

☆ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحسن:
شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

☆ ڈاکٹر محمد صالح طاہر:
ممبر انکوائری، (ایس اینڈ جی اے ڈی) حکومت پنجاب، لاہور

☆ پروفیسر ڈاکٹر آصف اعوان:
شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج فیصل آباد یونیورسٹی، فیصل آباد

☆ پروفیسر محمد نعیم بزمی:
شعبۂ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ

☆ پروفیسر اسد ایوب نیازی:
شعبۂ اُردو، گورنمنٹ سائنس کالج علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

مدیران

☆ پروفیسر اسد ایوب نیازی
☆ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الحسن

ناشر: چودھری غلام رسول اینڈ سنز، لاہور۔ ڈیزائننگ: محمد قاسم
مطبع: اے۔ وائی۔ پرنٹرز، لاہور۔

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد	قیمت
مارچ 2016ء	اول		

حُسنِ ترتیب

نمبر شمار	عنوانات	مصنّفین/شعرا	صفحہ نمبر
	حصّۂ نثر		
۱	ہجرتِ نبوی صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم	مولانا شبلی نعمانیؒ	۲
۲	مرزا غالبؔ کے عادات و خصائل	مولانا الطاف حسین حالؔی	۸
۳	کاہلی	سر سیّد احمد خان	۱۵
۴	شاعروں کے لطیفے	مولانا محمد حسین آزادؔ	۲۱
۵	نصوح اور سلیم کی گفتگو	ڈپٹی نذیر احمد دہلوی	۲۸
۶	پنچایت	منشی پریم چند	۳۶
۷	آرام و سکون	سیّد امتیاز علی تاج	۴۷
۸	لہو اور قالین	میرزا ادیب	۵۷
۹	امتحان	مرزا فرحت اللہ بیگ	۷۰
۱۰	ملکی پرندے اور دوسرے جانور	شفیق الرّحمان	۷۹
۱۱	قدرِ ایاز	کرنل محمد خان	۸۷
۱۲	حوصلہ نہ ہارو آگے بڑھو منزل اب کے دور نہیں	تیار کردہ: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور	۹۷
	حصّۂ نظم		
۱۳	حمد	مولانا الطاف حسین حالؔی	۱۰۶
۱۴	نعت	امیؔر مینائی	۱۱۱
۱۵	برسات کی بہاریں	نظیؔر اکبر آبادی	۱۱۵
۱۶	پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ	علّامہ محمد اقبالؒ	۱۲۰
	حصّۂ غزل		
۱۷	ہستی اپنی حباب کی سی ہے	میر تقی میؔر	۱۲۵
۱۸	رُخ و زلف پر جان کھویا کیا	خواجہ حیدر علی آتشؔ	۱۳۱
۱۹	دِلِ ناداں تجھے ہُوا کیا ہے؟	مرزا اسد اللہ خان غالبؔ	۱۳۶
۲۰	لگتا نہیں ہے دل مرا اُجڑے دیار میں	بہادر شاہ ظفؔر	۱۴۱
۲۱	فرہنگ		۱۴۵

مولانا شبلی نعمانیؒ

(۱۸۵۷ء..........۱۹۱۴ء)

قصبہ بندول، ضلع اعظم گڑھ، بھارت میں ۱۸۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ان کے والد شیخ حبیب اللہ وکیل تھے۔شبلی نے بھی کچھ دن وکالت کی، پھر علی گڑھ کالج میں فارسی کے اُستاد مقرر ہوگئے۔ وہاں انھیں سرسیّد، حالی، محسن الملک اور آرنلڈ کی صحبت سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔۱۸۹۲ء میں آرنلڈ کے ساتھ شبلی نے مصر، شام، قسطنطنیہ اور دوسرے اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ سرسیّد کی وفات (۱۸۹۸ء) کے بعد، علی گڑھ کالج سے استعفیٰ دے کر، اعظم گڑھ چلے گئے۔ پھر حیدر آباد دکن کے دائرۃ المعارف کی نظامت کا عہدہ سنبھالا۔ اسی دوران میں ان کی کوشش سے لکھنؤ میں ''ندوۃ العلما'' کا قیام عمل میں آیا۔اخیر عمر میں اعظم گڑھ میں انھوں نے ایک عظیم ادارہ ''دارالمصنّفین'' قائم کیا، جو آج بھی کام کر رہا ہے۔

شبلی شاعر بھی تھے، لیکن ان کی شہرت کا مدار زیادہ تر اُن کی نثر پر ہے۔ان کا شمار اردو کے بڑے نثر نگاروں میں ہوتا ہے۔

شبلی نے اگرچہ متنوع موضوعات مثلاً: تاریخ، تنقید، سوانح، سیرت، تذکرہ، ادب، معاشرت، عقائد، تصوف اور سیاست پر قلم اٹھایا مگر ان کے طرزِ اظہار میں ادبیت کی شان موجود ہے۔ جوشِ بیان، ایجاز و اختصار، روانی و برجستگی، محققانہ انداز، غنائیت اور شعریت ان کے اسلوبِ بیان کی نمایاں خصوصیات ہیں۔شبلی کی تمام ادبی کاوشوں سے قطعِ نظر، ان کا سب سے بڑا ادبی کارنامہ، ان کا اندازِ بیان ہے۔

شبلی کی متعدد تصانیف ہیں۔اہم تصانیف میں: ''شعرالعجم'' (پانچ جلدیں)، ''الفاروقؓ''، ''المامون''، ''سیرۃ النعمان''، ''الغزالی''، ''سوانحِ مولانا روم''، ''سفرنامۂ روم و مصر و شام'' اور ''سیرۃ النبیؐ'' شامل ہیں۔

مولانا شبلی نعمانیؒ

ہجرتِ نبوی صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو تبلیغ اسلام کی ابتدائی مشکلات سے آگاہ کرنا۔
۲۔ سیرت النبی صَلَّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اور سیرت نگاری سے روشناس کرانا۔
۳۔ مذہبی الفاظ وتراکیب سے متعارف کرانا۔
۴۔ تاریخِ اسلام سے روشناس کرتے ہوئے طلبہ کے دلوں میں اسلامی جذبہ بیدار کرنا۔
۵۔ طلبہ کو بتانا کہ حق وصداقت کے لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس وقت جب کہ دعوتِ حق کے جواب میں ہر طرف سے تلوار کی جھنکاریں سنائی دے رہی تھیں، حافظِ عالم نے مسلمانوں کو دارالامان مدینہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا، لیکن خود وجودِ اقدس صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جو اُن ستم گاروں کا حقیقی ہدف تھا، اپنے لیے حکمِ خدا کا منتظر تھا۔

نبوّت کا تیرھواں سال شروع ہوا اور اکثر صحابہؓ مدینے پہنچ چکے، تو وحیِ الٰہی کے مطابق: آنحضرت صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی مدینے کا عزم فرمایا۔ قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان مدینے میں جا کر طاقت پکڑے جاتے ہیں اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ چنانچہ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔ ایک نے کہا: محمدؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے۔ دوسرے نے کہا: جلاوطن کر دینا کافی ہے۔ ابوجہل نے کہا: ہر قبیلے سے ایک شخص انتخاب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر، تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے۔ اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور آلِ ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس اخیر رائے پر اتفاق ہو گیا اور جھٹ پٹے سے آ کر رسول صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے آستانۂ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ عرب زنانہ مکان کے اندر گھُسنا معیوب سمجھتے تھے، اس لیے باہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نکلیں، تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی، تاہم آپؐ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا، آپؐ ہی کے پاس لا کر رکھتا تھا۔ اس وقت بھی آپؐ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں۔ آپؐ کو قریش کے ارادے کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی۔ اس بنا پر جنابِ امیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا: ’’مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے، میں آج مدینے روانہ ہو جاؤں گا، تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو، صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا۔‘‘ یہ سخت خطرے کا موقع تھا۔ جنابِ امیرؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپؐ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بسترِ خواب قتل گاہ کی زمین ہے، لیکن فاتحِ خیبر کے لیے قتل گاہ فرشِ گُل تھا۔

کفّار نے جب آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گزر گئی، تو قُدرت نے ان کو بے خبر کر دیا۔ آنحضرتؐ ان کو سوتا چھوڑ کر باہر آئے، کعبے کو دیکھا اور فرمایا: ''مکّہ! تُو مجھ کو تمام دُنیا سے زیادہ عزیز ہے، لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے پہلے قرارداد ہو چکی تھی۔ دونوں صاحب پہلے جبلِ ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہِ خلائق ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبداللہ، جو نوخیز جوان تھے، شب کو غار میں ساتھ ہوتے، صبح مُنھ اندھیرے شہر چلے جاتے اور پتا لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں۔ جو کچھ خبر ملتی، شام کو آ کر آنحضرتؐ سے عرض کرتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام کچھ رات گئے، بکریاں چرا کر لاتا اور آپؐ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا دودھ پی لیتے۔ تین دن تک صرف یہی غذا تھی، لیکن ابنِ ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی تھیں۔ اسی طرح تین راتیں غار میں گزاریں۔

صبح قریش کی آنکھیں کُھلیں، تو پلنگ پر آنحضرت صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بجائے جنابِ امیرؓ تھے۔ ظالموں نے آپؓ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا۔ پھر آنحضرت صَلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانے تک آ گئے۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمزدہ ہوئے اور آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ اب دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر اپنے قدم پر ان کی نظر پڑ جائے، تو ہم کو دیکھ لیں۔ آپؐ نے فرمایا:

لَاتَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (سورۃ توبہ: ۴۰)

''گھبراؤ نہیں، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمدؐ کو یا ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا، اس کو ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اُونٹ) انعام دیا جائے گا۔ سراقہ بن جُشم نے سُنا، تو انعام کی اُمید میں نکلا۔ عین اس حالت میں کہ آپؐ روانہ ہو رہے تھے، اس نے آپؐ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آ گیا، لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، وہ گر پڑا۔ ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ جواب میں ''نہیں'' نکلا، لیکن سو اونٹوں کا گراں بہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جاتی۔ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا۔ اب کی بار گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ گھوڑے سے اُتر پڑا اور پھر فال نکالی، اب بھی وہی جواب تھا، لیکن مکرّر تجربے نے اس کی ہمت پست کر دی اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں۔ آنحضرتؐ کے پاس آ کر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمانِ امن لکھ دیا۔

تشریف آوری کی خبر مدینے میں پہلے پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر ہمہ تن چشمِ انتظار تھا۔ معصوم بچے فخر اور جوش میں کہتے پھرتے تھے کہ پیغمبرؐ آ رہے ہیں۔ لوگ ہر روز تڑکے سے نکل نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس